27

کیا لڑکی اپنا مہر والدین کو دے سکتی ہے؟

(فرمودہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۵ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

ابھی مجھے ایک دوست نے ایک رقعہ دیا ہے جس میں یہ سوال کیا گیا ہے کہ ایک عورت جو عاقل اور بالغ ہے وہ اگر یہ چاہتی ہو کہ اس کے نکاح کے وقت اس کا مہر دے دیا جائے تا کہ وہ اسے اپنے والدین کو دے دے جو قابل امداد ہیں۔ تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں۔ چونکہ ہمارے ملک میں لڑکیوں کے متعلق والدین کا فائدہ اٹھانا ایسا عام ہو رہا ہے کہ پنجاب میں پچاس فیصد کے قریب لوگ یہ کام کرتے ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میں اس مسئلہ کے متعلق جو میری رائے ہے اور قرآن اور حدیث سے جو کچھ پتہ چلتا ہے وہ اس خطبہ میں بیان کروں۔

یہ ایک موٹی بات ہے اور اسے ہر شخص آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے جس میں نہ کسی کو انکار ہے اور نہ اختلاف کہ اگر صدقہ اور خیرات ایک اشد ترین مخالف کو جس کے ساتھ کوئی رشتہ نہ ہو کوئی خونی تعلق نہ ہو کوئی رحمی تعلق نہ ہو۔ دیا جا سکتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ عورت والدین کے ساتھ حسن سلوک نہ کرے اور اس روپے کو ان کی اشد ترین ضرورتوں کے وقت ان کو نہ دے۔ اس لئے یہاں یہ سوال نہیں پیدا ہوتا کہ کوئی عورت اپنے ماں باپ کی مدد کر سکتی ہے یا نہیں کیونکہ اس بات میں کسی مذہب والا بھی اختلاف نہیں رکھے گا کہ جس طرح ایک مرد پر ماں باپ کی خدمت فرض ہے اسی طرح ایک عورت پر بھی ماں باپ کی خدمت فرض ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ جہاں تک اس سے ہو سکے ان کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ یہ بات نہیں کہ ماں باپ لڑکوں کو تو پالتے ہیں۔ مگر لڑکیوں کو نہیں پالتے اور نہ یہ ہے کہ لڑکے تو پیدا ہوتے ہیں اور لڑکیاں آسمان سے گرتی ہیں۔ بلکہ دونوں کو ایک ہی طرح پالتے ہیں اور دونوں پیدا ہی ہوتے ہیں اور

دونوں کے لئے انہیں ایک ہی طرح کی تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اس لئے جس طرح لڑکوں کے لئے فرض ہے کہ ماں باپ سے حسن سلوک کریں۔ اسی طرح لڑکیوں پر بھی فرض ہے کہ وہ ان کی مدد کریں - پس یہاں یہ سوال پیدا نہیں ہو سکتا کہ آیا لڑکیوں کے لئے ماں باپ کی امداد کرنا جائز ہے یا نہیں۔

کسی سوال کے کئی پہلو ہوتے ہیں اور جب تک ان سب پہلوؤں پر غور نہ کیا جائے تب تک سوال اچھی طرح حل نہیں ہو سکتا۔ ہم نماز کے متعلق، روزہ کے متعلق، حج کے متعلق، زکوٰۃ کے متعلق بلا استثناء کوئی حکم نہیں دے سکتے۔ شریعت میں استثناء رکھے گئے ہیں اور ہمیں ان کا لحاظ رکھنا پڑے گا۔ پس اگر اس جگہ یہ سوال ہوتا کہ لڑکی اپنے ماں باپ کی مدد کر سکتی ہے یا نہیں۔ تو جواب یہ ہوتا ہے کہ ضروری ہے کہ وہ کرے اور جہاں تک اس سے ہو سکتا ہے۔ ان کے ساتھ حسن سلوک اور مروت کرنے سے دریغ نہ کرے۔ لیکن اس سوال کے بعض اور پہلو بھی ہیں اور ان کا مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً پہلی بات جس کا مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ یہ ہے کہ انسان مال کو وقتی طور پر قربان کر سکتا ہے۔ جان کو وقتی طور پر قربان کر سکتا ہے۔ وقت کو وقتی طور پر قربان کر سکتا ہے۔ آرام کو وقتی طور پر قربان کر سکتا ہے۔ مگر ان میں سے کسی قربانی کو مسلسل جاری نہیں رکھ سکتا۔ ایک انسان یہ تو کر سکتا ہے کہ ایک وقت کے لئے کسی تکلیف کو برداشت کر لے۔ لیکن یہ نہیں کر سکتا کہ کسی ایک چیز کو بھی ان میں سے ہمیشہ ہمیش کے لئے برداشت کرتا رہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اخلاص اور ایثار کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چندہ کی تحریک فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دل میں کہا آج ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بڑھنے کا میرے لئے موقع ہے۔ یہ خیال کر کے آپ نے اپنا نصف مال لا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے رکھ دیا۔ جب رسول کریم نے پوچھا کہ کتنا مال لائے ہو تو انہوں نے کہا حضور نصف مال لے آیا ہوں اور نصف گھر والوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں پھر آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ انہوں نے کہا میں سب کچھ لے آیا ہوں۔ اور گھر میں خدا اور رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں یہ سن کر حضرت عمرؓ نے سمجھا آج بھی میں حضرت ابوبکرؓ کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ میرے دل میں شرمندگی پیدا ہوئی کہ میں نیت کر کے بھی نہ بڑھ سکا اور یہ بے نیت ہی بڑھ گئے۔ [1]

یہ ایک وقتی قربانی تھی جو پورے اخلاص کے ساتھ کی گئی لیکن اگر یہ ہمیشہ ہمیش کے لئے ہوتی یعنی جو کچھ بھی انہیں میسر آتا وہ سارے کا سارا ہر روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور لا کر رکھ

دیتے تو یہ ابو بکرؓ جیسے انسان کے لئے بھی ناممکن اور ناقابل برداشت ہوتی اور وہ اپنے نفس کے حقوق اپنے بیوی بچوں کے حقوق، ہمسائیوں کے حقوق قرابتیوں کے حقوق ادا نہ کر سکتے جن کا ادا کرنا بھی انسان پر فرض ہے۔ پس ہمیشہ ہمیش کے لئے ایسا نہیں ہو سکتا البتہ وقفہ وقفہ کے بعد ہو سکتا ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے ایسا کرنا شرعاً بھی ناجائز تھا کیونکہ مال پر ان کی اپنی زندگی کا بھی مدار تھا۔ ان کی بیوی بچوں کی زندگی کا بھی مدار تھا۔ انہوں نے کھانا کھانا تھا۔ کپڑے پہننے تھے۔ مکان کا انتظام کرنا تھا۔ رہائش کا بندوبست کرنا تھا اور دوسری ضروریات پوری کرنی تھیں۔ پس اگر وہ ہمیشہ کے لئے ہی اس طریق کو اختیار کر لیتے کہ ہر روز سب کچھ رسول کریم ﷺ کو لا کر دے دیتے تو یہ نبھ نہ سکتا اور ان کے لئے ایسی مشکلات پیدا ہو جاتیں جو ناقابل برداشت ہوتیں۔

اسی طرح ایک انسان یہ تو برداشت کر لے گا کہ مال تو مال جان تک بھی ایک دوست کی خاطر دے دے۔ مثلاً" وہ اگر یہ دیکھے کہ اس کا دوست ڈوب رہا ہے تو اس کو بچانے کے لئے خواہ وہ تیرنا نہ بھی جانتا ہو۔ کود پڑے گا اور یہ بھی وہ خیال نہیں کرے گا کہ مجھے تیرنا نہیں آتا کیونکہ ایک دوست کی خاطر جان دے دینا وہ گوارا کر لے گا۔ لیکن یہ نہیں گوارا کر سکے گا کہ سسک سسک کر جان دے اور متواتر صدمات سہنے کے لئے اپنی جان پیش کر دے۔ پس یہ تو برداشت ہو سکتا ہے کہ اپنی زندگی کو ایسی تکلیف میں ڈال دے جو وقتی ہو لیکن ہمیشہ کے لئے کوئی تلخی میں پڑنا گوارا نہیں کر سکتا۔ ایک دوست ایک دوست کی خاطر ایک گھنٹہ میں تو جان تک دے دیگا لیکن ساری عمر کے لئے اپنی زندگی اس کی خاطر ایسی بنا لے کہ ہر وقت اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالے رکھے یہ ناممکن ہے۔ مثلاً ایک شخص کی کسی سے محبت ہو اور وہ اس سے جان طلب کرے تو وہ دے دیگا لیکن اگر وہ یہ کرے کہ ایک نشتر کے ساتھ اس کے جسم کو چھیلنا شروع کر دے یا اس کے بدن سے تھوڑا تھوڑا گوشت کاٹنا شروع کر دے تو اس کے لئے اپنے آپ کو تیار نہیں پائے گا۔ اسی طرح ایک شخص اپنے کسی دوست یا عزیز کے واسطے کوٹھے سے گر کر جان دے دینا پسند کرے گا کوئیں میں کود کر جان دے دینا گوارا کر سکے گا۔ آگ میں جل کر جان دینے کے لئے تیار ہو جائے گا لیکن سوئیوں سے چھیدا جا کر جان دینا اس کی برداشت سے باہر ہو گا اور اس کے لئے اپنے آپ کو وہ ہرگز تیار نہ پائے گا۔ کیونکہ وقتی طور پر جان دینا ممکن ہے لیکن زندہ ہمیشہ کے لئے تکلیف میں پڑے رہنا بہت مشکل بلکہ بعض حالتوں میں ناممکن العمل بات ہے۔

اب دیکھو مہر کیا چیز ہے۔ مہر عورت کی آئندہ زندگی کے ایسے اخراجات کے پورا کرنے کے

لئے ہے کہ جن میں سے بعض کا ذکر وہ اپنے خاوند سے بھی نہیں کر سکتی۔ یا جن اخراجات کی اسے آئندہ زندگی میں ضرورت پیش آتی ہے اور شادی کے وقت وہ ان کو جانتی بھی نہیں۔ پھر عورتوں کی بعض ایسی ضرورتیں ہوتی ہیں کہ وہ خاوندوں کو کہہ تو سکتی ہیں لیکن بعض حالات کے ماتحت خاوند ان کو پورا نہیں کر سکتے۔ اس لئے ان کے پاس اپنا کچھ مال ہونا چاہیے مثلاً ایک عورت اگر اس کے پاس مال ہو تو وہ اپنے غریب رشتہ داروں یا غریب والدین کی مدد کر سکتی ہے۔ غریب اقرباء کو مدد دے سکتی ہے۔ مگر یہ اس کی غیرت کے خلاف ہے کہ خاوند سے کہے میرے ماں باپ قابل امداد ہیں ان کی مدد کرو یا میرے رشتہ داروں کو کچھ دو۔ اس بارے میں عورت بڑی غیرت رکھتی ہے اور وہ فطرتاً اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ اپنے والدین کو خاوند کے سامنے حاجتمند قرار دے۔ غرض کئی صورتیں ہیں جن کے لئے عورت کا اپنا مال بھی ہونا چاہیے۔ اسی لئے شریعت نے مہر رکھا ہے تا اگر ضرورت پڑے تو اس سے وہ اپنے ان کاموں میں خرچ کر سکے۔ جن کے لئے وہ اپنے خاوند سے نہیں کہہ سکتی اور ان قابل مدد رشتہ داروں کی مدد کر سکے جن کے لئے وہ اپنے خاوند سے کہنا مناسب نہیں خیال کرتی پس مہر وہ مال ہے جو عورت کی ساری عمر میں کام آنے کے لئے ہے۔

دوسری بات جس کا مد نظر رکھنا ضروری ہے نیت ہے۔ اگر یہ بات رائج ہو جائے کہ لڑکی کا مہر والدین لے لیا کریں۔ تو اس بات کا بہت بڑا خطرہ ہے کہ بہت سے والدین کی نیت اس کی شادی میں صاف اور بے لوث نہیں رہے گی۔ ماں باپ عورت کے لئے آخری اپیل کی جگہ ہوتے ہیں۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے وہ جھٹ ماں باپ سے اس کا ذکر کرتی ہے اور اسے خیال ہوتا ہے کہ اگر اور کسی جگہ میری بات نہیں سنی گئی تو اس جگہ ضرور سنی جائے گی۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ لڑکی کے معاملات میں ماں باپ کی کوئی نفسانی غرض شامل نہ ہو۔ تا ان کی ہمدردی اس سے متاثر نہ ہو سکے اور ضرورت کے وقت لڑکی کے لئے وہ جائے پناہ بن سکیں۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ ماں باپ کی نیت نکاح کے وقت بالکل پاک اور صاف ہو لیکن اگر یہ بات جائز رکھ دی جائے کہ وہ مہر کی رقم لے لیا کریں یا اپنے لئے کچھ رکھ لیں۔ تو قطع نظر اس سے کہ اخلاق کیا کہتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ شریعت کا کیا حکم ہے۔ قطع نظر اس سے کہ تمدن پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔ اس کا ایک خطرناک نتیجہ یہ ہو گا کہ ان کے مد نظر لڑکی کو کسی مناسب جگہ بیاہنا نہیں ہو گا بلکہ یہ ہو گا کہ کہاں سے انہیں زیادہ رقم مل سکتی ہے۔ یعنی اگر ان کے لئے یہ اجازت ہو کہ وہ مہر کا روپیہ لے سکیں تو وہ حتی الوسع یہ کوشش کریں گے کہ کسی ایسی جگہ لڑکی بیاہیں

جہاں سے انہیں زیادہ روپیہ ملنے کی امید ہو اور یہ نہیں دیکھیں گے کہ لڑکی کے لئے وہ جگہ موزوں بھی ہے یا نہیں وہ طمع کے نیچے آکر کسی مناسب جگہ کے بدلے غیر مناسب جگہ بیاہ دینے کی کوشش کریں گے۔ مثلاً کسی ایسے امیر سے بیاہ دیں گے جو بعض وجوہ کی بناء پر لڑکی کو اچھی طرح نہ رکھے۔ جہاں اس کے لئے بجائے سکھ کے دکھ اور بجائے راحت کے تکلیف ہو اور وہ ساری عمر مصیبت میں پڑی رہے۔ ماں باپ کی خاطر لڑکی ایک وقت تو کنوئیں میں بھی کود سکتی ہے۔ لیکن ہمیشہ کی مصیبت اس کے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے اور جو لڑکی والدین کی نفسانی اغراض کا شکار ہو کر کسی ایسی جگہ بیاہی جائے۔ جو اس کے مناسب حال نہ ہو۔ وہ ہمیشہ تکلیف میں رہے گی۔ نامناسبت کی وجہ سے جب اس کے محبت کے تقاضے' جذبات کے تقاضے' احساسات کے تقاضے ضروریات کے تقاضے آرام و آسائش کے تقاضے پورے نہ ہوں گے تو اپنی زندگی کو موت سے بد تر خیال کرے گی۔ اس وجہ سے کوئی لڑکی اس قسم کی تکلیفوں کو تمام عمر برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ اگر ایک وقت اسے ماں باپ کے لئے جان بھی دینی پڑے تو وہ دے دیگی۔

لڑکی فطرتاً خواہش مند ہوتی ہے کہ نکاح کے بعد خاوند کے ہاں جا کر آرام و آسائش کی زندگی بسر کرے خوشی اور مسرت سے دن کاٹے۔ لیکن جب لڑکیوں کی شادیاں بعض اغراض کے ماتحت نامناسب جگہ کر دی جاتی ہیں۔ وہ ہمیشہ کڑھتی اور غم و غصہ کا اظہار کرتی رہتی ہیں۔ جس سے صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اس شادی سے مطمئن نہیں اور انہیں اس سے بجائے آسائش کے رنج پہنچ رہا ہے۔ میرے پاس چونکہ اس قسم کی شکائتیں آتی رہتی ہیں اس لئے مجھے اس بارے میں کافی علم ہے انہیں جب سمجھایا جائے۔ گزارہ کرنے کی نصیحت کی جائے تو کہتی ہیں ہم کیا کریں۔ اس مصیبت کی زندگی کی وجہ سے ہمارے اندر سے غم و غصہ کی آگ نکل رہی ہے۔ ہمارے ماں باپ اندھے تھے کہ انہوں نے ہمیں ایسی جگہ دھکیل دیا۔ جہاں ہمارے لئے سوائے رنج اور مصیبت کے اور کچھ نہیں۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان لڑکیوں کو ماں باپ سے محبت نہیں ہوتی یا وہ ماں باپ کی خدمت اور ان سے سلوک نہیں کرنا چاہتیں۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ کی مصیبت میں سمجھ کر اور اسے ناقابل برداشت پاکر اس طرح کہتی ہیں ورنہ وہی ماں باپ جن کے متعلق ایک لڑکی یہ کہہ رہی ہوتی ہے اگر دریا میں بہ رہے ہوں تو وہ لڑکی ان کو بچانے کے لئے بلا تامل پانی میں کود پڑے گی اور یہ نہ دیکھے گی کہ وہ انہیں بچا بھی سکتی ہے یا نہیں۔ اس جوش محبت میں جو اسے والدین سے ہو گا اسے

یہ بھی محسوس نہ ہو گا کہ خود اس کی جان بھی تو اس کوشش میں خطرہ میں نہیں پڑ جائے گی۔

پس اگر اس بات کی اجازت دی جائے۔ کہ ماں باپ مہر کا روپیہ لے لیں۔ تو ہزارہا ایسی لڑکیاں ہوں گی۔ جو ایسی نا مناسب جگہ بیاہی جائیں گی۔ جہاں سے ان کے والدین کو تو روپیہ مل جائے گا لیکن وہ دکھ کی زندگی بسر کریں گی۔ اب بھی بہت سی ایسی مثالیں مل سکتی ہیں۔ جو اسی قسم کی اندھا دھند شادیوں کے متعلق ہیں اور جو لڑکی کو بیاہنے کے نہیں بلکہ بیچنے کے مترادف ہیں۔ بہت لوگ روپے کا لالچ کرتے ہیں اور جہاں سے ان کو زیادہ روپیہ ملتا ہے وہاں وہ بغیر دیکھے بھالے لڑکی کا بیاہ کر دیتے ہیں میں نے اپنی آنکھوں سے ایسے ماں باپ دیکھے ہیں جو اپنی لڑکیوں کو گویا نیلام کرتے اور کہتے ہیں جو سب سے زیادہ روپیہ دے وہی لے جائے۔ ایسے ماں باپ صرف روپیہ کو دیکھتے ہیں جس سے زیادہ روپیہ ملے اس کے ساتھ اپنی لڑکی کو بیاہ دیتے ہیں۔ خواہ ان میں کسی قسم کا جوڑ اور مناسبت ہو یا نہ ہو اور بعض ماں باپ تو اس قدر ظلم کرتے ہیں کہ عمر کا لحاظ بھی نہیں کرتے چنانچہ ہندوؤں میں یہ عام رواج ہے کہ خواہ اسی برس کا بڈھا ہو۔ اس کی شادی پانچ چھ سال کی لڑکی سے کر دیتے ہیں۔ لیکن شادی نہیں بلکہ بردہ فروشی کی ہے اور بردہ فروشی کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ کیونکہ آزادی ہر انسان کا حق ہے اور یہ حق چھیننے کا کسی کو اختیار نہیں۔

ممکن ہے کوئی کہے اولاد ماں باپ کی چیز ہوتی ہے اس لئے ان کا حق ہوتا ہے۔ کہ ان سے فائدہ اٹھائیں مگر یہ بھی جائز نہیں اور میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو بھی نہیں بیچ سکتا اور میرے نزدیک یہ ناجائز ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو بیچ دے۔ چہ جائے کہ کوئی اور اس کی آزادی کو بیچے خواہ وہ ماں باپ ہی ہوں۔ انہیں بھی اپنے بچوں کی حریت اور آزادی کے بیچنے کا حق نہیں۔ لیکن ایسے ماں باپ ہیں جو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتے ہمارے گھر میں ہی قریب کے ایک گاؤں کی ایک عورت آیا کرتی تھی۔ جو زمیندار تھی وہ خوشی سے سنایا کرتی تھی کہ ہم نے اتنے روپے پر فلاں لڑکی کو بیاہ دیا ہے اور اتنے روپے پر فلاں کو اور اس طرح قرض اتار دیا ہے ان لڑکیوں کو اتنی دور دور بیاہ دیا کہ پھر وہ کبھی نہ آ سکیں۔ ان حالات میں اگر اس بات کی اجازت دے دیں کہ ماں باپ لڑکیوں کا مہر لے لیا کریں تو یہ ایک بہت بڑا ظلم اور احکام الٰہی کی منشاء کے بالکل خلاف ہو گا اور لڑکیوں کو مصیبت اور تکلیف میں ڈالنے کی کھلی اجازت ہو گی۔

اس میں شک نہیں کہ بعض دفعہ نہایت سوچ سمجھ کر ماں باپ لڑکی کی شادی کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ شادی لڑکی کے لئے آرام کا باعث نہیں ہوتی۔ لیکن یہ تو صاف ظاہر ہے کہ اس میں ان کی

بد نیتی نہیں ہوتی اور اس صورت میں لڑکی ماں باپ کو کوستی بھی نہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتی ہے کہ میرے ماں باپ نے تو دیکھ بھال کر میرا بیاہ کیا تھا۔ آگے میری قسمت کہ مجھے اچھا بر نہ ملا۔ اس پر وہ صبر اور شکر کے ساتھ زندگی گزارنے کی کوشش کرتی ہے۔

غرض مہر چونکہ عورت کی ساری عمر کے اخراجات کے لئے ہوتا ہے اور ان ضرورتوں کے لئے ہوتا ہے جو اسے آئندہ زندگی میں پیش آتی ہیں اس لئے اس کا نکاح کے موقع پر اسے اس لئے دے دینا کہ وہ اپنے ماں باپ کو دے دے یا کسی اور ایسے مصرف میں لے آئے جو اتنا ضروری نہیں درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسے اس وقت اتنا بھی معلوم نہیں ہوتا کہ مال کی حقیقت کیا ہے اور اس کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ بیاہتا زندگی کی کیا ضرورتیں ہیں۔ وہ اس وقت سمجھتی ہے خاوند کے گھر جا کر جو چاہونگی لے لوں گی۔ لیکن اسے نہیں معلوم کہ جو کچھ وہ اس وقت سمجھ رہی ہے وہ درست نہیں بلکہ اس کے پاس کچھ اپنا مال ہونا بھی ضروری ہے۔ جسے وہ اپنے طور پر خرچ کر سکے۔ جیسے مثلاً ماں باپ کی مدد ہے یا بھائیوں کی مدد ہے یا اور رشتہ داروں کی مدد ہے۔

ان باتوں کے ماسوا مہر کا روپیہ اس کے اپنے اور اس کے بال بچوں کے بھی کام آسکتا ہے خاوند کی زندگی میں بھی وہ اسے خرچ کر سکتی ہے۔ لیکن خاوند جب مر جائے تو پھر وہ اس سے اپنا گزارہ کر سکتی ہے اور یہی روپیہ اس کی اور اس کے بچوں کی پرورش کا باعث ہو سکتا ہے۔ لیکن ان حالات سے وہ ابتدا میں ناواقف ہوتی ہے اور اگر ایسے وقت میں اس کے والدین اس کے مہر کا روپیہ لے لیں۔ تو وہ موقع پڑنے پر بالکل تہی دست ہوگی اور مشکلات میں پڑ جائے گی۔ پس یہ جائز نہیں کہ مہر پہلے ہی ماں باپ لے لیں۔ ہاں عورت انہیں قابل امداد سمجھ کر اس میں سے اس وقت دے سکتی ہے جب وہ شادی کے بعد اپنی ضرورتوں اور حاجتوں سے واقف ہو جائے۔ یوں تو عورت اپنے خاوند کو بھی مہر کا روپیہ دے سکتی ہے۔ لیکن یہ نہیں کہ خاوند مہر ادا کئے بغیر ہی لینے کا اقرار کرا لے۔ اس طرح عورت سمجھتی ہے مہر پہلے کونسا مجھے ملا ہوا ہے۔ صرف زبانی بات ہے اس کا معاف نہ کرنا کچھ فائدہ نہیں دے سکتا اس لئے کہہ دیتی ہے میں نے معاف کیا ورنہ اگر اسے دے دیا جائے اور وہ اس کے مصارف جانتی ہو تو پھر معاف کرالینا اتنا آسان نہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر آئمہ کبار اور بزرگوں کا فیصلہ تو یہ ہے کہ کم از کم سال کے بعد عورت اپنا مہر اپنے خاوند کو دے سکتی ہے۔ یعنی مہر وصول کرنے کے بعد ایک سال تک وہ اسے اپنے پاس رکھے اور پھر اگر چاہے تو خاوند کو دے دے۔

حکیم فضل دین صاحب جو ہمارے سلسلہ میں سابقون الاولون میں سے ہوئے ہیں۔ ان کی دو بیویاں تھیں۔ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ مہر شرعی حکم ہے اور ضرور عورتوں کو دینا چاہیے۔ اس پر حکیم صاحب نے کہا میری بیویوں نے مجھے معاف کر دیا ہوا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کیا آپ نے ان کے ہاتھ میں رکھ کر معاف کرایا تھا۔ کہنے لگے نہیں حضور یونہی کہا تھا اور انہوں نے معاف کر دیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا پہلے آپ ان کی جھولی میں ڈالیں پھر ان سے معاف کرائیں (یہ بھی ادنیٰ درجہ ہے اصل بات یہی ہے کہ مال عورت کے پاس کم از کم ایک سال رہنا چاہیے اور پھر اس عرصہ کے بعد اگر وہ معاف کرے تو درست ہے) ان کی بیویوں کا مہر پانچ پانچ سو روپیہ تھا حکیم صاحب نے کہیں سے قرض لے کر پانچ پانچ سو روپیہ ان کو دے دیا اور کہنے لگے تمہیں یاد ہے تم نے اپنا مہر مجھے معاف کیا ہوا ہے۔ سو اب مجھے یہ واپس دیدو۔ اس پر انہوں نے کہا اس وقت ہمیں کیا معلوم تھا کہ آپ نے دے دینا ہے اس وجہ سے کہہ دیا تھا کہ معاف کیا اب ہم نہیں دیں گی۔ حکیم صاحب نے آکر یہ واقعہ حضرت صاحب کو سنایا کہ میں نے اس خیال سے کہ روپیہ مجھے واپس مل جائے گا ایک ہزار روپیہ قرض لے کر مہر دیا تھا مگر روپیہ لے کر انہوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت صاحب یہ سن کر بہت ہنسے اور فرمانے لگے درست بات یہی ہے کہ پہلے عورت کو مہر ادا کیا جائے اور کچھ عرصہ کے بعد اگر وہ معاف کرنا چاہے تو کر دے ورنہ دیئے بغیر معاف کرانے کی صورت میں تو "مفت کرم داشتن" والی بات ہوتی ہے۔ عورت سمجھتی ہے نہ انہوں نے مہر دیا اور نہ دیں گے چلو یہ کہتے جو ہیں معاف ہی کر دو۔ مفت کا احسان ہی ہے نا۔ تو جب عورت کو مہر مل جائے پھر اگر وہ خوشی سے دے تو درست ہے ورنہ دس لاکھ روپیہ بھی اگر اس کا مہر ہو۔ مگر اس کو ملا نہیں تو وہ دے دیگی کیونکہ وہ جانتی ہے کہ میں نے جیب سے نکال کے تو کچھ دینا نہیں صرف زبانی جمع خرچ ہے۔ اس میں کیا حرج ہے۔ پس عورتوں سے معاف کرانے سے پہلے ان کو مہر دیا جانا ضروری ہے اور اگر یہ مہر ایسے وقت میں دیا جاتا ہے۔ جب ان کو اپنی ضروریات کی خبر نہیں یا جب کہ والدین ان سے لینا چاہتے ہیں۔ تو یہ ناجائز ہے اور بردہ فروشی ہے جو کسی طرح درست نہیں ہو سکتی۔

اگر بردہ فروشی کی صورت نہ بھی ہو تو بھی ناجائز ہے کہ ایسا فعل کیا جائے جس سے عورت کو نقصان پہنچے ایسا سودا دھوکہ ہے ناجائز ہے ایک بچہ اگر اپنا مکان بیچ دے۔ تو کیا یہ سودا درست ہو گا یقیناً نہیں کیونکہ اس کو ابھی اپنے نفع و نقصان کا علم نہیں۔ اس لئے اس حالت میں اگر وہ ایسا کام

کرے گا تو درست نہیں تصور کیا جائے گا۔ اسی طرح عورت کا مہر اگر اس کی ناسمجھی کی حالت میں جب اس کو آئندہ پیش آنے والے اخراجات کا علم نہیں لے لیا جائے تو یہ ٹھیک نہیں۔

ہاں اگر عورت کو مہر مل جائے۔ اور اس پر چار پانچ سال ہو گئے ہوں۔ یا کم از کم ایک سال تک اس کے پاس روپیہ رہ چکا ہو تو پھر اگر وہ اسے اپنے خاوند کو یا ماں باپ کو دے دے۔ تو میں کہوں گا درست ہے اور پسندیدہ۔ اگر کسی عورت کا مہر ایک ہزار ہو اور اسے خاوند ایک لاکھ اپنی طرف سے دے دے تو میں کہتا ہوں وہ عورت اگر گھر بار کی ضروریات اور حالات سے واقف ہونے کے بعد ایک لاکھ ایک ہزار روپیہ بھی ماں باپ کو دے دے تو میں کہوں گا اس نے بہت اچھا کیا۔ لیکن اگر ماں باپ شادی کے وقت ہی لیتے ہیں تو بردہ فروشی ہے جو گناہ ہے۔ لیکن جو عورت شادی کے بعد ماں باپ کی مدد کرے گی اور اپنی ضروریات کو سمجھتے ہوئے مہر کی رقم ہی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ماں باپ کو دے گی وہ خدا تعالیٰ کی مقبول ہو گی۔ رسول کریم ﷺ کی بھی مقبول ہو گی اور وہ ماں باپ کی خدمت کا نیک نمونہ پیش کرے گی۔

(الفضل یکم اگست ۱۹۲۵ء)

ا۔ ابو داؤد و ترمذی بحوالہ تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۳۷